بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

رواں ہجری صدی کا آخری ماہ ربیع الاول اپنی برکتوں اور جلالتوں کے ساتھ گذر رہا ہے ـــــ اور نئی صدی کے آغاز میں اب پورا سال باقی ہے۔

آنے والی صدی کا دیباچہ نظام اسلامی کے اجراء و نفاذ کی وہ دستاویزات ہیں، جن کی ایک جھلک پاکستان اور دنیائے اسلام کے سامنے پاکستان کے فوجی اور سول سربراہِ حکومت جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۲ ربیع الاول کی میلادی تقریبات کے ہجوم میں پیش کی۔

عین اُس ماہ مبارک میں جب کہ تقریباً چودہ سو سال قبل پیغمبر آخر الزمان، محسنِ انسانیت صلّی اللہ علیہ وسلّم منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے تھے، پاکستان میں اس نظام کے احیاء کا آغاز ہوا ہے جسے مقصود بنا کر تحریکِ پاکستان اُٹھی تھی اور جس کے لیے پاکستان عملاً قائم ہوا تھا، اور پھر جس کے لیے قوم کے پُرزور مطالبے پر بنیادی دستوری اصولوں پر مشتمل قراردادِ مقاصد پاس ہوئی تھی۔

پاکستان اور اس کے باشندوں کے ساتھ کتنا بڑا ظلم تھا کہ مختلف حکمران اور کارپرداز پاکستان اور پاکستانی قوم کے مقصد سے انحراف کرتے رہے اور کروڑوں عوام کو تضادات میں مبتلا کرتے رہے۔

یہ پہلا موقع ہے کہ موجودہ حکومت نے خلوصِ دل اور شرحِ صدر کے ساتھ اسلامی نظام کی راہ پر صحیح سمت میں متعدد قدم بڑھائے ہیں۔ حالیہ فیصلے اور اقدامات در اصل ہونے والے کاموں کی محض پہلی قسط ہیں۔ اب ہر شخص میں یہ اعتماد اُبھر آیا ہے کہ مزید فیصلے، مزید اقدامات اور مزید قوانین تسلسل سے سامنے آتے رہیں گے، یہاں تک کہ تعمیرِ جہانِ نو کا کام مکمل ہو جائے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کے فیصلوں پہ ہم جنرل محمد ضیاء الحق، ان کے فوجی رفقائے کار، اُن کی

سول کابینہ، قومی اتحاد کے شرکاء، علماء و مفکرین، اور ان سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کو بھی ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں ۔ نیز اُن اساتذہ، وکلاء، صحافیوں، ادیبوں کو بھی تحسین کا مستحق گردانتے ہیں جنہوں نے اسلام کی سمت قدم بڑھانے کے لیے فضا کو سازگار کرنے میں پچھلے کئی برسوں میں اپنے جذبۂ ایمانی کے تحت کام کیا۔ اور خواص سے بڑھ کر ہم اُن کروڑوں عوام کے ولولوں کی قدر کرتے ہیں جنہوں نے اپنا وزن ہر موقع پر اسلام کے پلڑے میں ڈالا اور خصوصاً ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ اسلامی کو برپا کر کے اپنے آپ کو فسطائیت کے ہر ظلم کے لیے سینہ سپر کر دیا۔

خداوند عزّ و جل اِس قوم کے خواص اور عوام کی اُن تمام اسلامی خدمات کو قبول کرے جو ۱۲ ربیع الاوّل کے اعلامیے پر منتج ہوئیں۔

یہ بڑی خوش آئندہ علامت ہے کہ قوم میں جس فاسد ذہن اور کردار کو سابق دورِ حکومت نے اُبھار دیا تھا، وہ آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ بعض طبقوں کی طرف سے اسلامی نظام اور احکام و قوانین کے اجراء کے متعلق جو باغیانہ اور منحرفانہ ذہن چند ماہ پہلے تک کام کر رہا تھا، اُس کا زور ٹوٹ گیا ہے اور اعلامیۂ محرم کے مقابلے میں اعلامیۂ ربیع الاوّل کے وقت اجتماعی فضا نمایاں طور پر سازگار ہے۔

اعلامیۂ ربیع الاوّل میں مثبت اور منفی، یا تعمیری اور تعزیری دونوں پہلو بڑے توازن سے شامل ہیں۔ بلکہ بڑا اچھا ہوا کہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب اور اُن کی حکومت نے انسدادِ جرائم کے سلسلے میں جو چند حدود و تعزیرات پیش کی ہیں، اُن پر ترجیح اور تفوق نظامِ زکوٰۃ و عشر کے اجراء اور دیگر مالی اصلاحات کو حاصل ہے۔ اور نظامِ زکوٰۃ و عشر کا جو ڈھانچہ تجویز کیا گیا ہے اس میں بھی اموالِ باطنہ اور اموالِ ظاہرہ میں فرق ملحوظ رکھ کر بعض صورتوں میں رضاکارانہ جذبے سے بطور خود زکوٰۃ ادا کرنے کی راہ اختیار کی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو زکوٰۃ و عشر کے مختلف اندازے لگائے جا رہے ہیں، لیکن اگر ہر سال، ڈپٹی چیئرمین اقتصادی منصوبہ بندی کونسل پروفیسر خورشید احمد کے اندازے کے مطابق ۲ ارب ۹۰ کروڑ روپے کی رقم یا اس کا نصف بھی جمع ہو جائے تو اس اتنی بڑی رقم کو اگر معذوروں، بے روزگاروں،

بیواؤں اور یتیموں، مفلس مریضوں اور تہی دست طلبہ کو سنبھالنے کے لیے ہر سال استعمال کیا جائے —— تو دیکھتے دیکھتے قوم کی کایا پلٹ سکتی ہے۔

طبقاتی فلسفے کے تحت اگر خاص تدبیر و تزویر سے لوگوں کو بہکایا نہ جائے تو انسانوں کی اصل ضرورت وہ ناکام قسم کی مصنوعی مساوات نہیں جس کے قیام کے لیے خدا کی زمین پر بے حساب خون خرابہ ہو چکا ہے، لاتعداد لوگ استبداد کی چکی میں پیس دیے گئے ہیں اور کروڑوں مزدوروں اور کسانوں کو بے زبان جانوروں میں بدل دیا گیا ہے۔ انسانوں کی اصل ضرورت اتنی ہے کہ وہ اور اُن کے بچے بھوکے نہ رہیں، وہ تن کو ڈھانک سکیں، انہیں سر چھپانے کی جگہ میسر ہو، وہ بیمار ہوں تو اُن کا علاج ہو سکے۔ وہ اولادوں کو تعلیم دلانا چاہیں تو غریبی اُن کے راستہ میں رکاوٹ نہ بنے۔ یہ کام زکوٰۃ و عشر سے بخوبی ہو جاتا ہے، اور اگر چند سال یہ عمل جاری رہے تو زکوٰۃ لینے والے کم ہوتے جائیں گے۔ اور دینے والے زیادہ! زکوٰۃ اگر صحیح طریق سے وصول اور تقسیم کی جاتی رہے تو طبقاتی تصادم اور طبقاتی منافرت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے[1]

زکوٰۃ و عشر جہاں ایک شرعی فریضہ ہے اور سعادتِ دارین کا ذریعہ، وہاں وہ طبقاتی تعاون کا ایک مظہر ہونے کی وجہ سے معاشرے کو طبقاتی تصادم کی تباہی اور طبقاتی انقلاب کے خون خرابے سے بچانے کا بہترین وسیلہ بھی ہے۔ ہم خوشحال طبقوں سے اپیل کریں گے کہ وہ اس کی زد سے اپنے اموال کو بچانے کے لیے ہیر پھیر نہ کریں کہ اس سے دنیا و آخرت دونوں خراب ہوں، بلکہ اس فنڈ کے قیام کو ملک و قوم کے لیے بھی ایک سرمایۂ برکت اور اپنے لیے بھی ایک ذریعۂ تحفظ سمجھیں۔ بجائے اس کے کہ کسی فاسد انسانی نظریے کے تحت کوئی طوفان اٹھے اور انہی کو سب سے پہلا ہدف بنائے، وہ نظامِ زکوٰۃ

[1] ذاتی طور پر مجھے معلوم ہے کہ ضلع جہلم کے چند بڑے دیہات میں کچھ مدت میں زکوٰۃ کے وصول و صرف کا رضاکارانہ نظام مقامی طور پر کچھ لوگوں نے چلایا ہے، اور اس سے جو فنڈ جمع ہوتا ہے اور اس سے جس طرح کام چلتے ہیں وہ حیرتناک ہیں۔ اس سلسلے میں بریگیڈیر گلزار احمد صاحب سے معلومات مل سکتی ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں کو چاہیے کہ وہ متعلقہ دیہات میں جا کر اس کام کا جائزہ لیں۔ اور اس کی برکات کو دیکھیں۔

کی پناہ حاصل کریں۔ اپنے اموالِ ظاہرہ و باطنہ کی زکوٰۃ دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور پیش پیش رہیں۔ زکوٰۃ کی بنا پر فلاحِ عامہ کا جو فنڈ قائم ہوا ہے اس میں بڑی بڑی رقمیں داخل کریں۔

زکوٰۃ دراصل کفالتِ عامہ (PUBLIC MAINTENANCE) یا تحفظ اجتماعی (SOCIAL SECURITY) کا ایک ایسا فنڈ ہے جس کو سب سے پہلے اسلام نے قائم کر کے اسے عوامی فلاح و بہبود اور امراء و غرباء کے تعاون کا ذریعہ بنایا۔ نظامِ اسلامی کے خاتمے کے بعد جدید دَور کی مغربی قوموں نے اس کے بعض اچھے تجربات کیے ہیں۔ اُن میں سے ایک قابلِ مطالعہ تجربہ برطانیہ کا ہے۔ بے روزگاری کے لیے، معالجات کے لیے، زچاؤں کو سہارا دینے کے لیے، بچوں کی غذا کے لیے، وظائف اور عطیات دیے جاتے ہیں مختلف قسم کے اہلِ حاجات کے پاس سوشل سیکورٹی کے کارڈ موجود رہتے ہیں اور وہ اپنا کارڈ دکھا کر بے روزگاری یا معالجے کے لیے وظیفہ یا امداد حاصل کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ برطانیہ میں اتنا وسیع اور زور دار ہے کہ وہاں کی کمیونسٹ پارٹی آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع پا کر بھی پارلیمانی جمہوریت میں ناکام ہو گئی ہے۔ لے دے کے لیبر پارٹی کو آگے آنے کے مواقع ملتے رہے ہیں مگر وہ سوشلزم کے ایک ایسے معتدل جمہوری تصور کو لے کے چلتی رہی ہے جو برطانوی نیشلزم سے ہم آہنگ ہے۔

برطانیہ میں تو یہ سارا کام ضرورت و افادیت کے تحت چلا اور پھر بھی باقاعدگی سے چلا، لیکن پاکستان میں تو زکوٰۃ و عشر کا فلاحِ عامہ فنڈ شریعت کے ایک تقاضے اور ایک ایمانی و اخلاقی ذمہ داری کے طور پر جاری ہو رہا ہے۔ اس کا معیار برطانیہ سے بلند تر ہونا چاہیے اور اس کا دارومدار یہاں کے خوش حال طبقوں پر ہے۔ اگر ان طبقوں نے کوتاہی کی تو پھر اُن کو بڑے سنگین نتائج بھگتنے ہوں گے۔

زکوٰۃ و عشر انسان کے مال میں براہِ راست اُس کے اور اس کے اموال کے مالک خداوند کریم کی طرف سے عاید شدہ فریضہ ہے اور سائل و محروم کا حق۔ خدا کے عاید کردہ اس فرض اور غریبوں کے حق کے متعلق وہ طرزِ معاملہ شدید مجرمانہ و فاسقانہ ہو گا جو دنیوی ٹیکسوں سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ ادائیگی زکوٰۃ عباداتِ خمسہ میں سے ایک ہے جو مسلمان ہونے اور مسلمان رہنے اور مسلمان کی حیثیت سے خدا کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لیے شدید ضروری ہیں۔

زکوٰۃ و عشر عاید ہونے کے معنی یہ نہیں کہ اور کوئی ٹیکس نہیں رہے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ

ٹیکسوں کے موجودہ خراب نظام کو درست کیا جائے اور جائیداد یا انکم پر کوئی ٹیکس اگر باقی رہے تو اس کی تشخیص کرتے ہوئے جس رقم کا مطالبہ کیا جائے اس میں سے کسی شخص کی ادا کردہ زکوٰۃ کو منہا کر دیا جائے۔

زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے ٹیکسوں کی گنجائش بعض صورتوں میں تو بہت نمایاں ہے۔ مثلاً سونے چاندی پر زکوٰۃ ہے لیکن ہیروں، جواہرات پر زکوٰۃ نہیں تو ان پر ٹیکس کیوں عاید نہ کیا جائے ـــــ قالینوں پر، موٹر گاڑیوں پر، سہولتِ کار کے لیے گھروں میں استعمال ہونے والی مشینوں اور برقی آلات پر، ذاتی استعمال سے زائد مکانوں پر، سامانِ آرائش پر ضرور ٹیکس لگنے چاہییں۔

اسی طرح کسٹم، ٹیرف، محصول چونگی یا بحری ٹیکس وغیرہ میں سے اسلامی کونسل جس جس کو جائز قرار دے وہ برقرار رہیں گے۔

وجہ ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کا فلاحی فنڈ تو غربت کے ازالے اور معاشی ناہمواریوں کے خاتمے کے لیے مخصوص رہے گا۔ بقیہ حکومتی مصارف ـــــ تعلیم، انتظامیہ، دفاع وغیرہ ـــــ کے لیے آج کے دور کے وسیع دفاتر اور تعداد کارکنان اور سامانوں اور لوازم کا خرچہ اٹھانا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ ملکی خزانے کی دوسری آمدنیاں اچھی خاصی مقدار میں ہوں۔

قانونِ شریعت کے مطابق نافذ شدہ حدود کی تعداد صرف چار ہے۔ قتل کے قصاص و دیت کا قانون ابھی زیر تیاری ہے۔ باقی تمام جرائم کی سزا تعزیرات کی صورت میں ہوتی ہے۔ اور تعزیرات مقرر کرنا حکومتِ وقت کا کام ہے کہ وہ قرآن، سنت اور اجتہاداتِ ماضی کو سامنے رکھ کر مختلف جرائم کی نئی نئی شکلوں کی سزائیں مقرر کرے۔ اور تعزیرات حدود سے بڑھ کر بھی ہو سکتی ہیں اور کم بھی۔

اسلامی کونسل کی نگاہ سے یہ امر باہر نہیں کہ زنا کے مکمل جرم کی معیاری حد کے لیے اگر شہادتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے کارروائی نہ کی جا سکتی ہو تو محرکات و مؤیدات زنا اور شبہِ زنا کی صورتوں میں عام معیار کی گواہی کی بنیاد پہ کوئی دوسری سزا دی جا سکے۔ مثلاً اغوا، غیر محرم مرد و عورت کا خلوت میں یکجا پایا جانا، کسی عورت کے ساتھ سرِ عام یا کسی ہوٹل میں یا مکان میں چھیڑ چھاڑ، یا تقبیل و ملامست، عریانی

فحاشی کا مظاہرہ بصورتِ جسم، یا بصورتِ تصویر، جنسی جذبات کو بھڑکانے کے لیے شائستہ اشارات و کنایات سے بڑھی ہوئی صریح گندی تحریریں یا گانے، یا عصمت و عفت، شرم و حیا، غیرت و حمیت اور اسلامی قاعدۂ نکاح و زوجیت کا استہزا و استخفاف اور ان حدود سے تجاوز کی تحریض وغیرہ۔ ایسے جرائم ہیں جن کی درجہ بدرجہ سزائیں بصورتِ تعزیر دی جا سکتی ہیں۔ کچھ قابل تعزیر صورتیں قانون میں شامل ہیں۔

اسی طرح سرقہ کی وہ صورت جس پر حد نافذ ہوتی ہے، اس کے علاوہ چوری اور دوسرے کے اموال و املاک میں تصرف بلا اجازت خصوصاً مجرمانہ انداز سے کسی کے مکان یا زمین یا دفتر یا جائے کاروبار میں داخلہ وغیرہ کے لیے مختلف تعزیرات نافذ ہونی چاہئیں۔ اس کا اہتمام قانون میں رکھا گیا ہے۔

چوری کے متعلق اسلامی کونسل کو اس امر پر بھی غور کرنا چاہیے کہ جس شخص کے خلاف چوری کا جرم ثابت ہو اس پر مالِ مسروقہ کی واپسی علاوہ سزا کے لازم کی جائے۔ اور اگر اس نے مال خرچ کر ڈالا ہو یا ضائع کر دیا ہو تو اس کی جائداد فروخت کر کے اسے پورا کیا جائے۔ اسی طرح خیانت مال کے مجرمین سے بھی مال مغصوبہ کو واپس لیا جائے۔

ایک بڑا مسئلہ رشوت کا ابھی باقی ہے، اور اس کے لیے انفرادی سزا کا مطالبہ عام ہے، رشوت کا لین دین لعنت کو واجب کرنے والا جرم ہے یہ بلا چونکہ ہمارے یہاں حد سے بڑھی ہوئی ہے اس وجہ سے اس کے لیے خصوصی تدابیر اختیار کرنی پڑیں گی۔ مثلاً رشوت کے لین دین کی مخبری پر انعام دیا جائے، خصوصاً بعض شعبوں میں نیچے سے اوپر تک رشوت کا جو زنجیری نظام رائج ہے، اگر اس میں شریک کوئی شخص اس کی مخبری کرے اور ثبوت دے سکے تو اس کی بہت قدر دانی ہونی چاہیے۔ نیز بعض صورتوں میں کسی وسیع سلسلہ رشوت کی نگرانی کا خفیہ انتظام کیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف رشوت کی سزا بہت سخت رکھی جائے۔ کچھ عرصے تک سزائے موت بھی دی جائے تو شاید بے جا نہ ہو ورنہ قید اور تازیانوں کی سزا تو ضرور دی جانی چاہیے۔

رشوت اور اسمگلنگ جیسے مالی جرائم کی صورت میں مجرم کی پوری جائیداد ضبط کر لینے کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ تاکہ ہر شخص متنبہ رہے کہ اگر عمر میں ایک بار بھی رشوت ستانی کی تو سب کچھ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

رشوت ستانی (اور سرکاری اموال میں خیانت) کی روک تھام کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ

ہر سرکاری ملازم اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد اور گھریلو سامان کی قیمتی اقسام (مثلاً کار، فرج، ٹی۔ وی، گھریلو استعمال کی دیگر مشینیں، صوفے، قالین وغیرہ) کی فہرست سالانہ داخل کرے اور جتنی اشیاء یا املاک اس نے حاصل کی ہوں اُن کے متعلق بتائے کہ وہ کس ذریعے اور کس آمدنی سے حاصل ہوئیں۔ قاعدہ معروف کے مطابق اس کے لواحقین کے بھی اثاثوں اور واجبات کا احتساب ہونا چاہیے۔

سود کے خاتمے اور سودی بنک کاری کی تبدیلی کے لیے "نیا حکومت" نے جو عزم کیا ہے وہ بہت بڑی بات ہے اور یہ کام اگر دو چار سال میں مکمل ہو جائے تو قابلِ صد ہزار تحسین ہوگا۔
مبارک امر یہ ہے کہ اس کی طرف ابتدائی نقوش اٹھا دیے گئے ہیں۔ مثلاً سود کے بجائے شرکتِ منافع کے اصول پر سرمایہ کاری کا تجربہ اب شروع ہو رہا ہے۔ اسی طرح چھوٹے مکانات کے لیے ہاؤسنگ سوسائٹیوں سے لیے ہوئے قرض پر کرایۂ مکان کا ایک حصہ ادا کرنا ہوگا۔ یاد رہے کہ ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے لیے ترجمان القرآن میں بھی بلاسود سرمایہ کاری کا ایک خاکہ دیا جا چکا ہے۔
اس قسم کی تبدیلیوں کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے پورے سرمایہ کارانہ اور مالیاتی سسٹم کے بنیادی ڈھانچے کو بدلنے کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ ایسی تبدیلی اگر ابتداء میں محدود سی بھی ہو تو وہ کم سے کم یہ بتاتی ہے کہ اس "نشتر کی زد" کہاں تک پہنچے گی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی صحت کا یہ پہلو حوصلہ افزا ہے کہ دماغ بخوبی کام کر رہا ہے۔ مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں، لیکن جوڑوں کے مسلسل درد کی وجہ سے، جس میں کوئی کمی نہیں آئی۔ طبیعت کمزور رہتی ہے اور ذرا سا بار اُٹھانا بھی مشکل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لکھنے کا کام نومبر ۱۹۷۷ء سے بند ہے۔ شدید ضروری ملاقاتیں جن سے کوئی راہ نجات نہیں، اسا اوقات وہ بھی باعثِ تکلیف ہوتی ہیں۔ اِن حالات میں مختلف اطراف سے مولانا کے محبوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ کچھ لکھیں، ترجمان القرآن میں ان کے قلم سے صفحہ دو صفحے آجایا کریں۔ (اور یہ درخواست میں نے بھی براہ راست کی ہے) مولانا کے لیے اسے پورا کرنا بہت مشکل ہے۔ علاوہ ازیں کچھ لوگ انٹرویو

(باقی اشارات بر صفحہ ۴۸)